سیاست داخلہ وخارجہ کے نبویؐ اصول

(جدید ریاستوں کے لیے لائحہ عمل)

حافظ محمد نعیم☆

Abstract:

"In contemporary world, Muslim and non-Muslim states are confronting multiple problems in all spheres of life. A thorough study of Islamic history will reveal that the state of Madina had to resolve similar issues. Nevertheles it emerged as the most successful state the world had ever seen. This unique success was achieved by political and diplomatic wisdom of the Holy Prophet (PBUH), who acted as the head of the state also. His mastery of managing public matters within and outside the state has set an example for the heads of the modern states. In this article an attempt has been made to explore such principles derived from political dimentions of the Holy Prophet's Sirah. Those will prove to be milestone to shape modern states."

جزیرہ نمائے عرب اسلام سے پہلے کبھی ایک اقتدار کے تحت متحد نہیں ہو سکا تھا اور نہ ہی اسے کبھی قبائلی تمدن سے بلند ہو کر سیاسی مرکزیت نصیب ہوئی۔[۱] پیغمبر ﷺ کے کارناموں میں سے ایک بنیادی کارنامہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے عرب جیسی غیر متمدن اور مدنی زندگی کے لوازمات سے عاری[۲] قوم کے اندر ایک منظّم اور اصولی ریاست قائم کی، ایسی ریاست جو اپنے قیام سے اوج کمال تک کے سفر میں دنیا کے نقشہ پر قیامت تک ابھرنے والی ریاستوں کے لیے ایک مثالی نمونہ ہے۔ یہ مثالی ریاست خود بخود یا آپ سے آپ وجود میں نہیں آ گئی بلکہ اس کے قیام میں اسلام کی آفاقی تعلیمات اور پیغمبر ﷺ کی سیاسی حکمت عملی، فہم و تدبر اور سیاسی بصیرت کارفرما تھی آپ ﷺ کا یہ سیاسی اسوۂ حسنہ تاریخ عالم میں

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، لاہور

ریاست مدینہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

موجودہ دور میں اسلامی ریاستوں اور دیگر بہت سی غیر مسلم ریاستوں کو بہت سے مسائل کا سامنا ہے جن میں روحانی ونظریاتی ،فکری واخلاقی ،جغرافیائی وسرحدی، دفاعی وعسکری، دستوری وقانونی، تنظیمی وسماجی ،داخلی وخارجی اور سفارتی و بین الاقوامی مسائل شامل ہیں۔ مذکورہ بالا تمام مسائل کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو کوئی ایک پہلو بھی ایسا نہیں جو ریاست مدینہ کے قیام، تشکیل و تنظیم اور بقاء واستحکام کی راہ میں حائل نہ ہوا ہو لیکن تمام مسائل حضور ﷺ کی سیاسی بالغ نظری، نظریاتی وابستگی، فہم و دانش اور دوراندیشی کی وجہ سے حل ہوتے گئے اور ایک ایسی ریاست وجود پذیر ہوئی جو ہر حوالے سے ایک متوازن ریاست تھی۔

(i) تشکیل و تنظیم ریاست کے عناصر ضروریہ اور اسوہ حسنہ

ریاست مدینہ کو سامنے رکھتے ہوئے اسوہ حسنہ کی روشنی میں اگر تشکیل و تنظیم ریاست کے ضروری عناصر اور لازمی اجزاء کی کھوج لگانے کی کوشش کی جائے تو اس حوالے سے مندرجہ ذیل تین چیزیں بہت اہم ہیں: ا۔فکری ونظریاتی بنیادوں پر ریاست کی تشکیل، ۲۔افراد ریاست کی اخلاقی تربیت، ۳۔ مذہب اور سیاست کی ہم آہنگی

ا۔فکری ونظریاتی بنیادوں پر ریاست کی تشکیل

کسی بھی ریاست کے وجود اور اندرونی و بیرونی استحکام کے لیے نہایت ضروری ہے کہ اس ریاست کی بنیاد نظریاتی ہو کسی بھی ریاست کی بنیادوں میں فکری ونظریاتی پختگی بنیادی طور پر ریاست کے تمام اداروں کی مضبوطی، باہمی ربط اور مضبوط گرفت کی علامت ہے۔

اگر کسی ریاست کی بنیادوں میں یہ امر مفقود ہے تو اگر چہ وہ ریاست وجود میں تو آ گئی ہے لیکن وہ انسانوں کا ایک ایسا ہجوم ہے جو نہ صرف منتشر الخیال بلکہ منتشر المقاصد ہے۔اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے ریاست مدینہ کی بنیاد سب سے پہلے نظریاتی وفکری بنیادوں پر رکھی اور اس نظریاتی وفکری وابستگی کو عقائد (۳) کی گرہ سے مضبوط کیا کیونکہ عقائد ہی وہ نقطہ ہے جس سے انسانی عمل کا ہر خط نکلتا ہے اور اس کے دائرہ حیات کا ہر خط اسی پر جا کر ختم ہوتا ہے۔ (۴) انسانی سیرت کی تعمیر وتخریب کا تمام تر مدار عقائد پر ہی ہوتا ہے مبدأ افعال ہونے کی حیثیت سے ذہن کی دو حالتیں ہیں ایک حالت یہ ہے کہ اس میں کسی خاص قسم کے خیالات راسخ نہ ہوں مختلف پراگندہ اور منتشر خیالات آتے رہیں اور ان سے جو خیال بھی قوی ہو وہی عمل کے لیے متحرک بن جائے دوسری حالت یہ ہے کہ وہ پراگندہ خیالی کی آماج گاہ نہ رہے بلکہ چند مخصوص خیالات اس میں اس طرح راسخ ہو جائیں کہ اس کی عملی زندگی مستقل طور پر انہی کے زیر اثر ہو اور اس سے منتشر اعمال سرزد ہونے کی بجائے مرتب اور منضبط اعمال صادر ہوا کریں۔ (۵)

چنانچہ اگر مختلف افراد مختلف قسم کے عقائد وافکار پر ایمان رکھتے ہوں اور ان کی سیرتیں مختلف و متضاد بنیادوں پر قائم ہوں تو کوئی اجتماعی ہیئت نہیں بن سکتی۔ان کی مثال ایسی ہوگی جیسے ایک میدان میں بہت سے پتھر بکھرے پڑے ہوں ہر پتھر بلاشبہ اپنی جگہ مضبوط مگر ان کے درمیان کوئی ربط نہیں ہے۔ بخلاف اس کے اگر ایک ہی مشترک تخیّل بہت سے افراد کے دلوں میں ایمان بن کر جم جائے تو اشتراک ایمانی کا رابطہ ان کو ایک قوم بنادے گا گویا وہی پتھر جو بکھرے پڑے تھے چونے سے جوڑ دیئے گئے اور ایک مضبوط دیوار قائم ہوگئی اب ان کے درمیان تعاون شروع ہوجائے گا۔جس سے ترقی کی رفتار تیز اور تیز تر ہوتی چلی جائے گی۔ایک قسم کا ایمان ان کی سیرتوں میں ہم آہنگی اور ان کے اعمال میں یک رنگی پیدا کردے گا اس سے ایک خاص تمدن پیدا ہوگا ایک خاص شان کی تہذیب ہوگی ایک نئی قوم،نئی سیرت،نئی ذہنیت، نئے خیالات، نئے طریق عمل کے ساتھ اٹھے گی اور اپنی حضریت کا قصر ایک نئے انداز پر تعمیر کرے گی۔(۶) یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معاشرہ کی اصلاح اور تعمیر نو کے لیے سب سے پہلے عقائد کی تعلیم دی، کیونکہ ان ہی عقائد پر اسلامی ریاست کی فکری بنیادیں استوار ہوتی ہیں۔(۷) عرب جیسی قوم کو، جو کہ کفر وشرک اور بت پرستی وصنم تراشی میں غرق تھی،نظریاتی طور پر توحید پر اکٹھا کرنا آپ ﷺ کا ایک بہت بڑا کارنامہ تھا اور ریاست مدینہ کی پہلی اینٹ تھی جو بالکل درست انداز میں اپنی مطلوبہ جگہ پر رکھی گئی تھی۔ آپ ﷺ کو اس حوالے سے جن مسائل ومشکلات،تکالیف واذیتوں اور منتخب حالات کا سامنا کرنا پڑا وہ کسی سے مخفی نہیں لیکن آپ ﷺ نے اس نظریاتی بنیاد کی تعمیر میں کسی قسم کا سمجھوتہ نہیں کیا۔(۸) آج اگر کوئی ریاست اپنے آپ کو مضبوط ومستحکم دیکھنا چاہتی ہے تو اس کی پہلی اینٹ نظریاتی وفکری طور پر افراد ریاست کا اکٹھا اور ہم خیال ہونا ہے۔

۲۔افراد ریاست کی اخلاقی تربیت

دوسری اہم چیز افراد ریاست کی اخلاقی تربیت ہے آپ ﷺ نے فرد کی تربیت کا ایک ایسا نظام وضع کیا کہ عرب جیسی قوم، جو کہ اخلاقیات کے بہت سے پہلوؤں سے نابلد تھی اخلاقیات کے اعلیٰ نظام پر فائز ہوئی اور ان میں برائی اور اچھائی،نیکی اور بدی اور شر اور خیر میں تمیز کا ایک ایسا جذبہ اور احساس پیدا ہوا کہ جس نے جرم سرزد ہونے کی صورت میں اسے مکروحیلہ، کذب بیانی، دروغ گوئی اور دھوکہ و فریب کے ذریعہ سے چھپانے کی بجائے آگے بڑھ کر قبول کرنے اور اپنے آپ کو سزا کے لیے پیش کرنے اور مغفرت طلب کرنے پر اکسایا۔(۹) اور پیغمبر ﷺ کی طرف سے کچھ صدقہ کرنے کا حکم ملنے پر اس سے بچنے (جس طرح کہ آج کل حکومت کی طرف سے ٹیکس کی ادائیگی کے تقاضے پر لوگ مختلف قسم کے حیلوں بہانوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں) کی بجائے بازاروں میں جاکر بوجھ (مزدوری) ڈھونڈتے اور اس سے جو مزدوری میسر آتی اسے راہ خدا میں صدقہ کردیتے۔(۱۰)

آج کی ریاستوں کی ناکامی اور دیگر بہت سے مسائل کی اصل وجہ یہی ہے کہ نظریاتی وفکری اور

اخلاقی وروحانی طور پر جس قسم کے افراد کی ضرورت ہے وہ مفقود ہیں لہٰذا آج کی غیر مسلم و مسلم ریاستوں اوران کے حکمرانوں کے لیے نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ میں کسی بھی ریاست کی ابتدائی تشکیل و تنظیم اور بنیاد و تعمیر کے حوالے سے ایک لائحہ عمل موجود ہے نیز رسول کریم ﷺ کی عظمت کردار و بلندی سیرت، حسن ہدایت و تبلیغ اوراس سے بڑھ کر رحمۃ للعالمین نے ان کو گرویدہ بنایا اوراسلام کی سادگی اور سچائی، صداقت و حقانیت اور جذب و کشش نے سب کو اپنے دائرہ صدق وصفا میں سمیٹ لیا تھا اسلام ہی دراصل وہ اساس اول تھی جس پر پہلے اسلامی معاشرے اور پھر اسلامی ریاست کی بلندو بالا عمارت تعمیر کی گئی تھی۔ (۱۱)

۳۔ مذہب اور سیاست کی ہم آہنگی

عصر حاضر میں ایک طبقۂ فکر دین و سیاست (۱۲) کی ایک دوسرے سے دوری کا نظریہ پیش کرتا ہے اوراس نقطہ نظر کا حامل ہے کہ مذہب کسی ریاست کی نشوونما اور ترقی کے لیے نقصان دہ اور رکاوٹ ہے۔ (۱۳) حالانکہ یہ رویہ اور طرز فکر خود انتہائی خطرناک اور انسانی معاشروں کے لیے نقصان دہ ہے اسی تصور نے چنگیزیت کو جنم دیا اور نمرود و فرعون پیدا کیے اگر ریاست مدینہ کی تاسیس و تشکیل، بقاء و استحکام، عروج و کمال اور وسعت و پھیلاؤ کا جائزہ لیں تو یہ نظریہ غلط ثابت ہوتا ہے آپ ﷺ نے جس بنیاد پر ریاست کی تنظیم و تشکیل کی وہ مذہب ہی تھا، جیسا کہ پچھلے صفحات میں سلطنت کی فکری و نظریاتی بنیاد کے حوالے سے بحث گزر چکی ہے گویا سلطنت اور دین متحد ہیں اور سلطنت اور دین کا یہ اتحاد اسلام کا سب سے بڑا نصب العین ہے احکام الٰہی کے مطابق سلطنت کا جو کام بھی اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی غرض سے کیا جائے وہ عین دین و عین عبادت ہے۔ یہاں تک کہ امراء کا اپنی رعایا کی خدمت کرنا اور رعایا کا اپنے امراء اور حکام کی اطاعت کرنا بھی اطاعت الٰہی ہے بشرطیکہ دونوں کی نیت اور غرض اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجالانا ہو......امام کی امامت، خلیفہ کی خلافت، راعی کی رعیت، والی کی ولایت، امیر کی امارت، حاکم کی حکومت، رعایا کی نگرانی، قاضی کی دادگری، عمال کا عمل، سپاہی کا قتل، مجاہد کا جہاد، محاصل کی ادائیگی، امراء کی واجبی اطاعت غرض سلطنت کے تمام متعلقہ شعبوں سے متعلق جو کام بھی حسب احکام الٰہی اللہ کے لیے کیا جائے وہ سب دین اور اطاعت اور موجب قربت ہے۔ (۱۴)

(ii) داخلی سیاست اور سیرت مبارکہ

اسلامی ریاست کے قیام کے ساتھ ہی آپ ﷺ کو بہت سے داخلی مسائل کا سامنا تھا جن میں مہاجرین کی آبادکاری، مہاجرین کی ابتر معاشی حالت اور روزگار کے وسائل کا اہتمام، مکہ میں چھوڑ کر آنے والے دشمن سے خطرہ، مدینہ میں موجود یہود و نصاریٰ کی دشمنی، مدینہ میں بغض و منافقت رکھنے والی قوتوں کا سامنا، مشرکین اور یہود و نصاریٰ کے گٹھ جوڑ کا خطرہ، مدینہ میں دعوت اسلام کے لیے فضا کی ہمواری اور مدینہ میں قائم ہونے والی نوزائیدہ ریاست کے وجود کی بقاء اور نشوونما وغیرہ اہم تھے۔ ان تمام

مسائل کے لیے حضور ﷺ کی اختیار کردہ حکمت عملی سیاسی لحاظ سے اس قدر عمدہ اور جان دار تھی کہ اس کی تعریف غیروں کو بھی کرنا پڑی۔(۱۵)

آپ ﷺ نے مؤاخات مدینہ کے ذریعہ جہاں ایک طرف مہاجرین کے حوالے سے پیدا شدہ مسائل کو حل کیا تو دوسری طرف میثاق مدینہ کے ذریعہ نہ صرف یہود ونصاری کے شر سے اپنے آپ کو محفوظ کر لیا بلکہ مکہ میں بیٹھے ہوئے دشمن سے بھی بے خوف ہو گئے اور سب سے بڑا کارنامہ یہ کہ میثاق مدینہ کرنے والے تمام گروہوں میں نزع واختلاف کی صورت میں ''عدالت مرافعہ'' آپ ﷺ کی ذات مبارکہ قرار پائی گویا اسلامی ریاست کے وجود کو باقاعدہ طور پر تسلیم کر لیا گیا اور اس کے بعد دعوت وتبلیغ کی جو فضا میسر آئی اس نے بعد والی مدنی زندگی اور ریاست مدینہ پر بہت مثبت اثرات مرتب کیے۔ میثاق مدینہ ہی وہ شاہکار تھا جس نے قریش کے ساتھ جنگ کی صورت میں یہود ونصاری اور ان کے دیگر حلیف قبیلوں کو مسلمانوں کے خلاف لڑنے سے روک رکھا تھا پھر بعد میں (غزوات میں) آپ ﷺ کی دفاعی حکمت عملی نے جس طرح سے قریش اور پھر یہود ونصاری کو ناکوں چنے چبوائے وہ اپنی مثال آپ ہے غزوات وسرایا میں آپ ﷺ کے قائدانہ، سپہ سالارانہ اور ایک ریاست کے حکمران وسربراہ کی حیثیت سے مدبرانہ کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مشرکین وکفار مکہ کی طرف سے جارحیت، یہود ونصاری کی طرف سے بدعہدی اور منافقین کی طرف سے منافقت کے باوجود آپ ﷺ کامیاب وکامران ٹھہرے۔ دشمن انفرادی حیثیت میں اور گٹھ جوڑ کر کے اجتماعی حیثیت میں بھی ریاست مدینہ کا کچھ نہ بگاڑ سکے بلکہ ان کے ہر فعل وحرکت نے ریاست مدینہ کے استحکام میں اضافہ ہی کیا مثلاً صلح حدیبیہ کو ہی لیجئے قریش نے جن شرائط پر مسلمانوں سے صلح کی بظاہر وہ سراسر ان کے حق اور مسلمانوں کے مفاد کے خلاف تھیں لیکن آپ ﷺ کا ان شرائط پر (مسلمانوں کی ناراضگی کی باوجود) راضی ہو جانا آپ ﷺ کی حکمت وبصیرت اور دوراندیشی کی انتہا تھی کیونکہ یہی صلح (شرائط) فتح مکہ اور مکمّل غلبہ اسلام کی صورت میں ظاہر ہوئی۔

(iii) سیاست خارجہ اور اسوۂ حسنہ

داخلی سیاست کی مضبوطی، استحکام اور امن وامان کے بعد آپ ﷺ نے سیاست خارجہ کی طرف توجہ دی آپ ﷺ نے اس سلسلے میں مدینہ سے باہر کے قبائل کے ساتھ معاہدات کیے، یہود ونصاری کے حلیف قبائل کے ساتھ معاہدات کیے، مختلف ریاستوں کے سربراہان کو تبلیغی خطوط لکھے اور مکاتیب ارسال کیے نیز اپنے سفیر مختلف اطراف میں روانہ کیے، مختلف ممالک میں وفود بھیجے اور خاص طور پر سنہ ۹ ہجری میں آنے والے وفود کا بھرپور استقبال کیا اور ان کو دینی تعلیمات کے فروغ وابلاغ اور ریاست مدینہ کی توسیع وپھیلاؤ کے لیے عمدگی سے استعمال کیا۔

مندرجہ بالا موضوعات میں سے ہر موضوع نبی کریم ﷺ کی سیاست خارجہ میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور اپنے اندر بہت سی تفصیلات کا احاطہ کیے ہوئے ہے نیز ان میں سے ہر موضوع پر سینکڑوں کی

تعداد میں مختصر وضخیم کتب موجود ہیں لہٰذا ان کی تفصیلات سے اعتناء کرنا نہ تو ممکن ہے اور نہ ہی مقالہ کی ضخامت اس بات کی اجازت دیتی ہے۔[۱۶] یہ تمام امور نبی کریم ﷺ کی سیاست خارجہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ البتہ ان موضوعات میں جو چیز غور کرنے اور زیر بحث لانے کے قابل ہے وہ آپ ﷺ کی حکمت اور سیاسی بصیرت ہے مثلاً مختلف بادشاہوں کو لکھے گئے خطوط کا وقت، انداز تحریر، انداز تخاطب، اور متن خط پر اگر غور کیجیے۔[۱۷] تو آپ ﷺ کی فہم وفراست اور سیاسی سوجھ بوجھ کا اندازہ ہوتا ہے علاوہ ازیں سفیروں کی تعیناتی کے سلسلے میں علامہ عبدالحی الکتانی کے نزدیک حضور ﷺ جن چیزوں کا لحاظ رکھتے ان میں وفور عقل، طلاقت لسانی، قوت حجت اور دشمن کو مسکت دلائل سے خاموش کر دینے کی صلاحیت کی موجودگی وغیرہ تھی۔[۱۸] نیز ان تمام خوبیوں اور اوصاف کی موجودگی کے ساتھ سفارت کے لیے آپ ﷺ ظاہری طور پر بھی خوبصورت افراد کا انتخاب فرماتے۔[۱۹]

(iv) سیاست نبوی ﷺ سے ماخوذ اصول اور عصر حاضر

نبی کریم ﷺ کی سیاست داخلہ اور سیاست خارجہ کی تمام تر تفصیلات کا احاطہ کرنے (جو کہ ناممکن ہے) کی بجائے ذیل آپ ﷺ کی داخلی سیاست اور خارجی سیاست کی روشنی میں اخذ کردہ چند اہم اصول نکات کی صورت میں پیش کیے جاتے ہیں ان نکات میں جدید عصری مسلم وغیر مسلم ریاستوں اور ان کے حکمرانوں کے لیے بہت مفید اور عمدہ نکتے ہیں جن پر عمل کی صورت میں کوئی بھی ریاست یا حکمران اپنا مقصود حاصل کر سکتا ہے۔

۱۔ نبی کریم ﷺ کی داخلی سیاست سے اخذ کردہ اصول

حضور ﷺ کی داخلی سیاست سے اخذ کردہ اصول مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ کسی بھی ریاست کی کامیابی اور استحکام کے لیے سب سے پہلا اور بنیادی اصول یہ ہے کہ اس کی بنیاد نظریاتی وفکری بنیادوں پر رکھی جائے۔

۲۔ بنیادی اصولوں (نظریاتی وفکری بنیادوں) پر عدم سمجھوتہ، عدم لچک اور عدم مصالحت کی پالیسی اختیار کی جائے آپ ﷺ نے کسی ایک موقعہ پر بھی کسی قسم کی لچک کا مظاہرہ نہیں کیا مکہ میں کفار کی اشتراک عبادت الہ کی پیشکش اور مدینہ میں وفد ثقیف نے نماز کی معافی کا مطالبہ کیا جسے آپ ﷺ نے رد کر دیا۔[۲۰]

۳۔ فرد کی تعلیم وتربیت اور خاص طور پر اخلاقی تربیت کا بھرپور اہتمام کیا جائے۔ کیونکہ کسی ریاست میں اخلاقی قوت قانونی قوت سے زیادہ مؤثر ثابت ہوتی ہے۔

۴۔ اگر کسی ریاست کے معروضی حالات اس کی اجازت دیں تو ریاست کی تشکیل وتعمیر میں ہجرت کی پالیسی اختیار کرنا بھی مناسب ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے حبشہ، طائف اور مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

۵۔ مظلوم کی دادرسی اور ظلم سے روکنا استحکام ریاست کی بنیادی اکائی ہے۔
۶۔ ریاست کے مختلف عناصر میں تعاون و ہمدردی اور یکجہتی واتحاد کو فروغ دینے کے حوالے سے عملی اقدامات کیے جائیں۔
۷۔ ریاست کے تمام (مسلم وغیر مسلم) شہریوں کے لیے یکساں انسانی حقوق کو لازم بنایا جائے۔(۲۱)
۸۔ غیر مسلموں کی مذہبی آزادی اوران کی عبادت گاہوں کی حفاظت کے عمل کو یقینی بنایا جائے۔(۲۲)
۹۔ حکمران کا اولین فرض ہے کہ اسے ناطرفدار ہونا چاہیے اور انصاف کے ساتھ حسب موقع وضرورت رحم بھی کرنا چاہیے۔(۲۳)
۱۰۔ غیر مسلم رعایا کو عدالتی خود مختاری دی جائے اور پرسنل لاز پر عمل درآمد کی مکمّل آزادی ہو۔(۲۴)
۱۱۔ غیر مسلموں کو ان کی صلاحیت اور فن کے مطابق ریاستی امور میں شریک کار بنایا جاسکتا ہے۔(۲۵)
۱۲۔ غیر مسلم حضرات کو تالیف قلبی کے ذریعہ اسلام کی طرف مائل کیا جا سکتا ہے اس کے لیے باقاعدہ ایک ادارے کا وجود ہونا چاہیے بقول ڈاکٹر حمید اللہ زندہ قوموں میں اجتماعی مفاد کے لیے تالیف قلبی کے لیے خصوصی وزارت قائم ہوتی ہے تو مردہ قوموں میں رشتہ داری اور انفرادی مفاد کے لیے مملکت کا نقصان روا رکھا جاتا ہے ایک جیتتا اور نفع حاصل کرتا ہے اور دوسرا کھوتا اور نقصان اٹھاتا ہے۔(۲۶)
۱۳۔ دشمن سے کسی مصلحت کے پیش نظر ناپسندیدہ شرائط پر بھی صلح کی جاسکتی ہے۔(۲۷) حکمت و مصلحت ہی کی بنیاد پر منافقین کی منافقت سے ایک وقت خاص تک اعراض برتا جاسکتا ہے اور اسی بنیاد پر شر اور فتنہ پر قائم کیے گئے شعائر (مسجد وغیرہ) کو گرایا جاسکتا ہے۔(۲۸)
۱۴۔ سماجی ومعاشرتی ضروریات کے تحت مختلف انتظامی ادارات کا قیام کسی بھی ریاست کے وجود اور استحکام کے لیے بہت ضروری ہے عہد نبوی ﷺ میں دینی اور دنیاوی امور سے متعلّق مختلف انتظامی ادارے عصائے اقتدار کی مانند تھے اور مسلسل ارتقاء پذیر تھے۔(۲۹)
۱۵۔ مختلف اداروں میں عمال و حکام کے تقرر میں صلاحیت، میرٹ اور معروضی حالات کا لحاظ رکھا جائے آپ ﷺ کی داخلی سیاست کی کامیابی میں اس نکتہ نے بنیادی کردار ادا کیا۔(۳۰)

۲۔ سیاست خارجہ کے نبوی ؐ اصول اور جدید ریاستوں کے لیے لائحہ عمل

نبی کریم ﷺ کی خارجی سیاست کے چند اہم اصولوں کا ذیل میں تذکرہ کیا جاتا ہے جن کو جدید عصری مسلم وغیر مسلم ریاستوں کے لیے بطور لائحہ عمل اپنایا جاسکتا ہے۔

۱۔ ہمسایہ ممالک اور دیگر ممالک سے اچھے تعلّقات استوار کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور انسانیت کے ناطے مشکل اوقات میں غیر مسلم دشمن کی مدد بھی کی جاسکتی ہے جس طرح آپ ﷺ نے قحط کے

زمانہ میں مکہ میں غلہ بھجوایا۔(۳۱) اور اپنی اخلاقی برتری ثابت کر کے مکہ میں اپنے لیے ہمدردی پیدا کی۔

۲۔ غیر مسلم ممالک کے ساتھ صلح اور امن کے پہلو کو ہمیشہ مقدم رکھنا چاہیے کیونکہ سیرت نبوی ﷺ کی روح کے مطابق غیر مسلموں کے ساتھ تعلّقات کی بنیاد میں اصل صلح ہے نہ کہ قتال۔(۳۲)

۳۔ ٹکراؤ کی پالیسی سے حتی الامکان اعراض کرتے ہوئے صلح وامن کے ذریعہ مقصود تک پہنچنے کی کوشش کرنا، صلح حدیبیہ کی مثال اس حوالے سے بہت اہم ہے۔

۴۔ بیرونی سازشوں اور دشمن کے مکروفریب اور نقل وحرکت سے باخبر رہنے کے لیے مختلف وسائل و ذرائع اختیار کرنا ریاستی ذمہ داری ہے۔ مختلف اطراف میں آپ ﷺ کے سرایا بھیجنے کا ایک مقصد یہ بھی تھا۔(۳۳)

۵۔ ریاست کے دفاع اور حفاظت کے لیے ہمہ وقت تیار رہنا اور جدید علوم وفنون اور آلات حرب سے استفادہ کرنا ضروری ہے۔(۳۴)

۶۔ بین الاقوامی معاہدات کی پاسداری کرنا ریاست کی ساکھ اور بقاء کے لیے بہت ضروری ہے آپ ﷺ کی اس خوبی کا غیروں کو بھی اعتراف تھا۔(۳۵)

۷۔ معاہدات میں شامل حلیف قبیلوں (قوموں) کے مفادات سے غفلت نہ برتی جائے اور ان سے جنگ کرنے والوں سے جنگ اور صلح کرنے والوں سے صلح روا رکھی جائے۔(۳۶)

۸۔ جنگ کی صورت میں بھی اخلاقیات کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے جنگ میں غیر شریک افراد کے قتل سے احتراز کرنا چاہیے البتہ مقاصد کے حصول کے لیے دشمن میں پھوٹ ڈالنے کی تدبیر و حکمت عملی اختیار کی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ غزوہ احزاب میں حضرت نعیم بن مسعودؓ کے ذریعہ آپ ﷺ نے ایسا کیا۔(۳۷)

۹۔ دشمن ریاست کے حلیفوں کو توڑنا بھی ایک اہم سیاسی ودفاعی حکمت عملی ہے۔

۱۰۔ اردگرد کی ریاستوں پر (اخلاقی اقدار کا لحاظ کرتے ہوئے) معاشی دباؤ کے ذریعہ سے بھی ریاست کے مختلف مقاصد حاصل کیے جاسکتے ہیں۔(۳۸)

۱۱۔ تمام دشمنوں سے بیک وقت الجھنے کی بجائے باری باری مقابلہ کرنے کی پالیسی کسی ریاست کو بہت سے اندرونی و بیرونی مسائل سے دوچار ہونے سے بچالیتی ہے جیسا کہ میثاق مدینہ کے ذریعہ آپ ﷺ نے کیا۔(۳۹)

۱۲۔ اسلامی ریاست کے حکمرانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ دعوت اسلامی کی نشر واشاعت اور توسیع کے لیے مختلف سربراہان مملکت کو دعوتی خطوط ومکاتیب ارسال کریں۔

۱۳۔ سفارتی تعلّقات کا قیام کسی ریاست کے وجود کے لیے لازمی حیثیت رکھتا ہے سفارتی تعلّقات کے

حوالے سے آپ ﷺ کا طرز عمل (سفیروں سے ادب و احترام سے پیش آنا، سفیروں کو تحفے تحائف اور ھدایا سے نوازنا، سفیر کے قتل وغیرہ کی ممانعت نیز کسی ملک میں سفیر بھیجتے وقت وہاں کے معروضی حالات کے مطابق بندے کا انتخاب کرنا) جدید عصری مسلم وغیر مسلم دونوں قسم کی ریاستوں کے لیے بطور لائحہ عمل اختیار کیا جاسکتا ہے۔

۱۴۔ ''**خیارکم فی الجاهلیه خیارکم فی الاسلام**''[۴۰] کے تحت معزز دشمنوں کا اسلام میں بھی اعزاز باقی رکھا جائے یہی وجہ تھی کہ حضرت عمرو بن العاصؓ کے اسلام لانے پر انہیں سابقین اولین کا سردار بنا کر فوجی مہموں میں بھیجا گیا۔[۴۱] ابوسفیان نے اسلام قبول کیا تو نہ صرف انہیں انعام و اکرام سے نوازا گیا بلکہ ان کا گھر امن گاہ قرار دیا گیا۔[۴۲]

حضور ﷺ کی داخلی وخارجی سیاست کے حوالے سے مندرجہ بالا نکات کی صورت میں خاکہ محض ایک سرسری سی جھلک اور ادنی سی کوشش ہے۔ بہرحال ریاست نبوی ﷺ ہی جدید عصری مسلم وغیر مسلم ریاستوں کے لیے اسوۂ حسنہ کا درجہ رکھتی ہے اگرچہ زمانی تغیّر وتبدل نے ریاستوں کی ضروریات، تقاضوں اور مسائل ومشکلات میں بہت حد تک تبدیلی پیدا کردی ہے لیکن اس کے باوجود بھی ان کے لیے ریاست مدینہ کی داخلی وخارجی سیاست نبوی ہی نجات و کامیابی کا ذریعہ ہے کیونکہ سیاست نبوی ﷺ انسانی وآفاقی اصولوں پر مبنی ہے اور ہر زمانے کے تقاضوں اور مشکلات ومسائل کا حل اپنے اندر رکھتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر (۲۰۰۲ء)، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، کراچی، اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۸۷ء، ص ۸۹، ۲۳۴

۲۔ ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن محمد، (۸۰۸ھ)، تاریخ ابن خلدون، بیروت، داراحیاء التراث العربی (س ن)، ۱/۱۵۱

۳۔ ایمان باللہ، ایمان بالملائکہ، ایمان بالرسالت، ایمان بالکتب، ایمان بالآخرت

۴۔ شبلی نعمانی، علامہ (۱۹۱۴ء)، سیرۃ النبی، لاہور، الفیصل ناشران اردو بازار، ۱۹۹۱ء، ۲۱۸/۴

۵۔ مودودی، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی، لاہور، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، ۱۹۷۹ء، ص ۱۱۵

۶۔ ایضاً ص ۱۱۷۔۱۱۸

۷۔ نثار احمد، ڈاکٹر، عہد نبوی میں ریاست کا نشو وارتقاء، لاہور، نشریات ۲۰۰۸، ص ۹۳

۸۔ الکافرون: ۱۔۸

۹۔ اس طرح کے چند واقعات کتب احادیث میں موجود ہیں کہ جرم سرزد ہونے پہ بعض مردوں اور عورتوں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے حاضر ہوکر اپنے جرم کا نہ صرف اعتراف کیا بلکہ سزا کا مطالبہ کیا اور اس کے ذریعہ مغفرت و پاکیزگی حاصل کرنے کی خود خواہش ظاہری کی۔ ماعز اسلمی کا واقعہ اس حوالے سے بہت معروف ہے۔

دیکھیے: سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب رجم ماعز بن مالک، رقم الحدیث ۴۵۲۴

۱۰۔ صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ والقلیل من الصدقۃ، رقم الحدیث ۱۳۵۰

۱۱۔ صدیقی، یسین مظہر، عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت، نقوش رسول نمبر، مدیر، محمد طفیل، شمارہ ۱۳۰، دسمبر ۱۹۸۳ء، ۳۹۸/۵

۱۲۔ ابن قیم نے سیاست کی تعریف کچھ یوں کی ہے ''**السیاسة ما کان فعلا یکون معه الناس أقرب الی الصلاح و أبعد عن الفساد و ان لم یضعه الرسول ولا نزل به وحی**'' (دیکھیے: ابن القیم، شمس الدین أبی عبداللہ محمد بن ابی بکر بن أیوب، الجوزیۃ (۷۵۱ھ) الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ، القاہرہ، مطبعۃ المدنی، (س ن) ص۔۱۷)

۱۳۔ اس حوالے سے دیکھیے:

(i) Philip Hamburger, (n.d.), Separation of church and state, Cambridge, Harvard University Press. pages.60

(ii) An- Naim, Abdullahi Ahmad (2008), Islam and the Secular State, Cambridge, Harvard University Press. pages-324

۱۴۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی۔۴۷/۷

۱۵۔ منافقین اوس وخزرج اور یہود ونصاری کو نہ چاہتے ہوئے بھی آپ ﷺ کی سیاسی سیادت وقیادت تسلیم کرنا پڑی جو کہ آپ ﷺ کی فہم وفراست اور دانش مندی کا واضح ثبوت ہے۔ (اس حوالے سے دیکھیے:
William Muir, Sir (1923), Life of Mohammad, Edinburgh, John Grant 31. George iv Bridge. PP-179-186)

۱۶۔ ریاست مدینہ کی تاسیس وتشکیل اور دیگر مراحل کے لیے ڈاکٹر حمید اللہ کی کتابیں ''عہد نبوی میں نظام حکمرانی'' اور ''رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی اگرچہ بہت اہم ہیں مگر ریاست مدینہ کی ابتداء سے اوج کمال تک مختلف مراحل کو جس ترتیب کے ساتھ ''عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت'' (نقوش رسول نمبر، مدیر محمد طفیل، شمارہ۔۱۳۰، دسمبر ۱۹۸۳ء، ۳۴۲/۵۔۷۲۴/ (کتابی شکل میں اسی عنوان سے یہ کتاب القاضی پبلشرز نئی دہلی سے ۱۹۸۸ء، میں شائع ہوئی جس تک رسائی نہیں ہو سکی)، عہد نبوی کا نظام حکومت، ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی۔علی گڑھ (صفحات ۱۳۶)، از ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی اور ''عہد نبویؐ میں ریاست کا نشو وارتقاء'' نشریات لاہور ۲۰۰۸ء صفحات ۵۰۴ از ڈاکٹر نثار احمد، میں بیان کیا گیا ہے، وہ انہی کتابوں کا خاصہ ہے لہذا اس حوالے سے تفصیلات کے لیے مندرجہ بالا کتب کی طرف رجوع کیجیے۔

۱۷۔ جدید سیرت نگار حضرات نے اس پہلو پر خاص توجہ دیتے ہوئے مکتوبات نبوی ﷺ سے عصر حاضر میں دعوتی حکمت عملی اخذ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس حوالے سے دیکھیے (الصلابی علی محمد محمد (پ۱۹۶۳ء)، السیرۃ النبویۃ، دمشق۔بیروت، دار ابن کثیر، ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۶ء، ۴۴۳/۲) ۴۴۳/۲)/ مہدی رزق اللہ احمد، الدکتور، السیرۃ النبویۃ فی ضوء المصادر الاصلیۃ، الریاض، دار امام الدعوۃ، ۱۴۲۴ھ، ۸۲/۲

۱۸۔ الکتانی، الشیخ عبدالحیؒ (۱۳۸۲ھ)، نظام الحکومۃ النبویۃ المسمی التراتیب الإداریۃ، بیروت، دار الکتاب

العربی، (س ن) ۱۸۲/۱

۱۹۔ آپ ﷺ کے قاصدوں میں حضرت دحیہ الکلبیؓ سب سے زیادہ مشہور ہیں بقول کتانی علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں انہیں ''أجمل الصحابة وجهاً'' قرار دیا ہے۔ (دیکھیے۔نظام الحکومۃ النبویۃ المسمی التراتیب الاداریۃ، ۱۹۰/۱) جبکہ عمدۃ القاری میں اصل الفاظ ''أجمل الناس وجهاً'' ہیں (دیکھیے العینی، بدرالدین أبی محمد محمود بن أحمد، (۸۵۵ھ) عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، بیروت، احیاء التراث العربی (س ن)، ۸۵/۴)

۲۰۔ ابن ھشام، ابومحمد عبدالملک (م ۲۱۳ھ)، السیرۃ النبویۃ، بیروت، دار احیاء التراث العربی (س ن) ۱۸۵/۴

۲۱۔ محمد حمیداللہ، مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ للعھد النبوی والخلافۃ الراشدۃ، بیروت، دار النفائس، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء، ص ۱۷۵۔۱۷۹، عدد ۹۴، ۹۵

۲۲۔ ایضاً

۲۳۔ محمد حمیداللہ، ڈاکٹر (۲۰۰۲ء)، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، کراچی، اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۸۷ء ص ۱۲۸/ النحل: ۹۰/النساء: ۵۸/المائدہ: ۸

۲۴۔ ایضاً ص ۱۵۵/عطیۃ محمد، جمال الدین، نحو فقہ جدید للأ قلیات، القاھرہ، دار السّلام ۔۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء، ص ۔۱۱۲

۲۵۔ نبی کریم ﷺ نے حبشہ میں جس سفیر کو نامزد کیا اس کا نام عمرو بن امیۃ الضمری تھا اور وہ اس وقت غیر مسلم تھے (دیکھیے۔الشامی، محمد بن یوسف الصالحی، (۹۴۲ھ)، سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، تحقیق، الشیخ عادل أحمد عبدالموجود، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۲۰۰۷ء/۱۴۲۸ھ ۳/۴۷/الحلبی، علی بن ابراہیم (م ۱۰۴۴ھ)، انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون (السیرۃ الحلبیہ)، ضبط وتحقیق، عبداللہ محمد الخلیلی، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۲۰۰۸ء ۲/۳/۲۷۴)

۲۶۔ محمد حمیداللہ، عہد نبوی کا نظام حکمرانی۔ص ۲۶۱

۲۷۔ صلح حدیبیہ اور اس کی شرائط اس کی واضح مثال ہے۔السھیلی، عبدالرحمٰن بن عبدالملک بن أحمد بن أبی الحسن، الخثعمی، (۵۸۱ھ) الروض الانف فی تفسیر السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، القاھرہ، دار الحدیث۔ ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء۔ ۵۵/۴

۲۸۔ زاد المعاد ۳/۵۰۰، ۵۲۶

۲۹۔ الکتانی، نظام الحکومۃ النبویۃ المسمی التراتیب الإداریۃ، ۹/۱/(انتظامی اداروں کی نوعیت اور تفصیلات کے لیے دیکھیے۔عہد نبوی میں ریاست کا نشو وارتقاء از ڈاکٹر نثار احمد اور عہد نبویؐ میں تنظیم ریاست وحکومت از ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی۔)

۳۰۔ مثلاً حضرت أسامہ بن زید کو آپ ﷺ نے شام کی طرف ایک لشکر کا سپہ سالار بنا کر بھیجا حالانکہ اس میں جلیل القدر صحابہ شامل تھے آپ ﷺ نے منافقین کے طعن کے باوجود انہیں برقرار رکھا اور فرمایا کہ اللہ کی قسم یہ (اسامہ بن زیدؓ) امارت کا مستحق ہے اور لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے لشکر اسامہ کی فتح نے آپ ﷺ کے انتخاب کو درست ثابت کیا۔

(دیکھیے: صحیح مسلم، فضائل الصحابۃ، باب فضائل زید بن حارثہ واسامہ بن زیدؓ، رقم الحدیث، ۶۴۱۷)

۳۱۔ السرخسی، محمد بن احمد بن أبی سھل، ابوبکر، (۴۸۳ھ)، اصول السرخسی، بیروت، دارالمعرفۃ، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸م، ۱۰/۹۲/ الیعقوبی، احمد بن إسحاق إبی یعقوب بن وھب (۲۹۲ھ)، تاریخ الیعقوبی، بیروت، دارصادر (س ن)۔ ۲/۵۶

۳۲۔ جدید سیرت نگار حضرات کے ہاں تو یہ تاثر ملتا ہے (مصطفیٰ السباعی، السیرۃ النبویۃ ص۔۶۰) جبکہ قدیم سیرت نگاری اور کتب فقہ میں تعلّقات کی بنیاد قتال ہی ہے۔ امام سہیلی نے بعض فقہاء کے حوالے سے لکھا ہے کہ ”حظر الصلح ھوالأصل بدلیل آیۃ القتال“ (الروض الانف ۴/۵۵)

۳۳۔ ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن احمد، (۸۵۲ھ)، فتح الباری شرح صحیح البخاری، لاھور، دارنشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء، ۱/۱۵۵

۳۴۔ البوطی، محمد سعید رمضان، الدکتور، (پ۱۹۴۲ء)، فقہ السیرۃ، مصر، دارالمعارف، (س ن)، ص ۲۹۶/ محمد حمیداللہ، ڈاکٹر (۲۰۰۲ء)، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، کراچی، اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۸۷ء، ص ۲۴۴۔

۳۵۔ ابوسفیان نے قبل از قبول اسلام قیصر صاحب روم کے سامنے آپ ﷺ کی اس خوبی کا اعتراف کیا تھا، ابن کثیر، عماد الدین، ابوالفداء اسماعیل (م ۷۷۴ھ)، السیرۃ النبویۃ، تحقیق، ا۔د۔ مصطفیٰ عبدالواحد، القاھرہ، دارالسّلام، ۱۴۳۲ھ/۲۰۱۱ء، ۳/۱۳۱۰)

۳۶۔ صلح حدیبیہ کے بعد بنوخزاعہ مسلمانوں کے جبکہ بنوبکر قریش کے حلیف بن گئے بنوبکر نے مکہ میں بنوخزاعہ پر حملہ کر دیا۔ آپ ﷺ نے اسے معاہدے کی خلاف ورزی سمجھتے ہوئے بنوخزاعہ پر حملہ اپنے اوپر حملہ تصور کیا چنانچہ آپ نے مکہ کی طرف کوچ کیا جس کے نتیجہ میں مکہ فتح ہوا۔ دیکھیے السیرۃ النبویۃ لابن ہشام۔ ۴/۳۱، واقدی، محمد بن عمر بن واقد (م ۲۰۷ھ)، کتاب المغازی للواقدی، تحقیق الدکتور مارسدن جونس، بیروت لبنان۔ ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء، ۲/۷۸۱

۳۷۔ السیرۃ النبویۃ لابن ھشام۔ ۳/۲۴۰/ کتاب المغازی للواقدی۔ ۲/۴۸۰

۳۸۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ۱/۱۹۲/ ضیاء العمری، اکرم، السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ، المدینۃ المنورہ، مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳م۔ ۲/۳۴۶/ محمد حمیداللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، ص۔۲۴۷

۳۹۔ مسلمانوں سے سخت دشمنی اور کفار مکہ کے غم وغصہ کا آپ ﷺ کو پوری طرح اندازہ تھا کیونکہ قریش اور ان کے حلیفوں کے ظلم وستم سے مسلمانوں کے زخموں سے ابھی خون ٹپک رہا تھا اسی احساس اور پھر مدینہ میں موجود دشمن کی وجہ سے آپ ﷺ نے میثاق مدینہ کے ذریعہ یہودیوں سے اپنے آپ کو محفوظ کر لیا اور مدینہ پر حملہ کی صورت میں مشترکہ دفاع پر راضی بھی کر لیا (دیکھیے: محمد الغزالی، فقہ السیرۃ، دمشق، دارالقلم، ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء، ص۔۱۹۵)

۴۰۔ صحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب ام کنتم شھداء اذ حضر یعقوب الموت، رقم الحدیث، ۳۱۹۴

۴۱۔ السیرۃ النبویۃ لابن ھشام۔ ۴/۲۷/ کتاب المغازی للواقدی۔ ۲/۰۷۷

۴۲۔ ایضاً ۴/۴۶